© rasailojaraid.com

رسائل و مسائل

دیہات میں نماز جمعہ اور مسلکِ حنفی

ذی الحجہ کے پرچے میں بسلسلۂ اشارات علمائے کرام کو دو مسائل کیطرف لبطور خاص توجہ دلائی گئی تھی، یعنی خطبۂ جمعہ کی زبان، اور دیہات میں اقامت جمعہ۔ ان میں سے دوسرے مسئلے کے متعلق میرے پاس دو بزرگوں کی تحریریں آئی ہیں جو بجنسہٖ درج ذیل ہیں:

(۱) "جمعہ فی القریٰ کے متعلق صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اصل مسئلہ میں تو کافی گنجائش ہے۔ آخر سوائے حنفیہ کے دوسرے حضرات کا مسلک ہی ہے۔ لیکن حنفیہ کے مذہب کی یہ تعبیر سمجھ میں نہیں آئی۔ اہل قریٰ پر جمعہ کی عدم فرضیت ان کا کھلا ہوا مسلک ہے۔ اس کے متعلق اگر کوئی خاص تحقیق ہو تو بشرط فرصت مطلع فرمائیں۔"

(۲) "جمعہ اور اسکے خطبات اور دیہات میں جمعہ فرض ہونے کا جو فتویٰ دیا ہے وہ ہماری سمجھ سے بالا تر ہے، اور ہماری سمجھ میں مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب پر منطبق نہیں، کیونکہ ہر مذہب میں جمعہ کیلیے کچھ کچھ شرائط ہیں۔ موجودہ غیر مقلدین کی رائے البتہ وہی ہے جو مدیر ترجمان القرآن نے اختیار کی ہے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس باب میں کچھ عرض کرنے سے پہلے ایک بات صاف کر دینا ضروری سمجھتا ہوں میری حیثیت ایک معاند کی نہیں ہے جو دلائل شرعیہ سے بے پروا ہو کر محض اپنی رائے سے امور دینی میں ایک مسلک اختیار کر لیتا ہو، اور اہلِ علم کی حجتوں کا جواب مکابرہ سے دیتا ہو۔ بلکہ میں ایک طالب علم ہوں۔ اپنی حد استطاعت تک مسائل کی تحقیق کرنے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچتا ہوں اسکا اظہار بے کم و کاست کر دیتا ہوں۔ اور اگر میری رائے کے خلاف حجت قائم ہو جائے تو اُس سے رجوع کیلیے بھی ہر وقت تیار رہتا ہوں۔ جمعہ فی القریٰ کا مسئلہ چھیڑنے سے میرا مقصد کسی نئے فتنے کا دروازہ کھولنا نہیں ہے۔ دراصل حالاتِ زمانہ کو دیکھتے ہوئے میں محسوس کر رہا ہوں کہ اسوقت اس مسئلے کی چھان بین کر کے صحیح حکم شرعی معلوم کرنیکی سخت ضرورت ہے، اسلیے میں نے علمائے کرام کو اسکی طرف توجہ دلائی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جن بزرگوں کو اللہ نے علم شریعت دیا ہے وہ بھی مسئلے کی اہمیت کو محسوس فرمائیں اور اپنی تحقیق سے مجھے اور عام مسلمانوں کو استفادہ کا موقع دیں۔ البتہ چونکہ مسئلے کو چھیڑنے کا باعث میں خود ہوں، اسلیے اپنی تحقیق کو واضح طور پر بیان کرنا مجھ پر لازم ہے۔

جمعہ فی القریٰ کے مسئلے پر اس سے پہلے ترجمان القرآن میں مفصل بحث کی جا چکی ہے جو محرم ۵۶ھ کی اشاعت میں درج ہوئی تھی۔ مگر اسوقت بحث کی بنا زیادہ تر آثار و سنن اور قیاس شرعی پر تھی، اس بنا پر غالباً بعض حضرات کو یہ شبہ ہوا کہ میں مسلک حنفی سے منحرف ہو کر خود ایک مجتہدانہ (جسے عرفِ عام میں غیر مقلدانہ کہا جاتا ہے) رائے ظاہر کر رہا ہوں لہذا اب میں چاہتا ہوں کہ صرف مسلک حنفی کے مطابق اپنے دلائل بیان کروں۔

ہمارے سامنے چار امور تنقیح طلب ہیں، جنکے تصفیہ پر اس مسئلے کے تصفیہ کا مدار ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱) جمعہ کی فرضیت کیسی ہے؟

(۲) جمعہ کی شرائط کیا ہیں اور کس نوعیت کی ہیں؟

(۳) کیا ان شرائط میں کبھی ترمیم ہوئی ہے، اور کسی مزید ترمیم کی گنجائش بھی ہے؟

(۴) اور کیا یہ جائز ہے کہ اس فرض کو ادا کرنے کے لیے ایک ایسا نظام اختیار کیا جا سکے جو فقہائے حنفیہ کے فتاویٰ سے چاہے مختلف ہو، مگر انکے اصول کے خلاف نہ ہو؟

میں ان چاروں تنقیحات پر ترتیب وار بحث کرونگا۔

فرضیت جمعہ تمام علمائے امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ جمعہ فرضِ عین ہے۔ فقہائے حنفیہ بھی اس اجماع میں شریک ہیں۔ چنانچہ علامہ سرخسی اپنی کتاب المبسوط میں لکھتے ہیں:

"جمعہ از روئے کتاب و سنت فرض ہے ..... اور اس کی فرضیت پر امت کا اجماع ہے"۔ (ج ۲ ص ۲۲)

علامہ ابنِ ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں:-

"جمعہ ایک ایسا فرض ہے جسکو محکم کرنے والی چیز کتاب اور سنت اور منکر کے کفر پر امت کا اجماع ہے"۔ (ج ۱ - ص ۴۰۷)

پھر نہایت تفصیل کے ساتھ دلائل فرضیت بیان کرنیکے بعد لکھتے ہیں:

"ہم نے فرضیت کے باب میں ایک طرح کے طول کلام سے اسلیے کام لیا کہ بعض جاہلوں کے متعلق سننے میں آیا ہے کہ وہ جمعہ کی عدم فرضیت کا خیال مذہب حنفی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ان کو یہ غلط فہمی دراصل قدوری کے اس قول سے ہوئی جس پر ہم آگے چل کر بحث کرینگے، کہ "جس نے جمعہ کے روز بغیر کسی عذر کے گھر ہی پر ظہر کی نماز پڑھ لی اسکی نماز تو ہو گئی مگر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسا کرنا مکروہ ہے"۔ اس قول میں مکروہ سے مراد دراصل حرام ہے، اور نماز ظہر کے صحیح ہوجانے کا جو مطلب ہے، وہ ہم آگے بیان کرینگے۔ بہرحال ہمارے اصحاب (حنفیہ) نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ جمعہ کی فرضیت، ظہر کی فرضیت سے بھی زیادہ سخت ہے، اور یہ کہ جمعہ کا منکر کافر ہے" (ج ۱ ص ۴۰۰)

علامہ بابرتی شرح العنایہ علی الہدایہ میں لکھتے ہیں:

"ہم کو اقامت جمعہ کی خاطر نماز ظہر چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور ظہر لامحالہ فرض ہے، اور فرض صرف اسی چیز کے لیے چھوڑا جاسکتا ہے جو اس سے زیادہ فرض ہو" جلد اول۔ ص ۴۰۰

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ نماز جمعہ استنباطی اور اجتہادی واجبات میں سے نہیں ہے، بلکہ یہ فرض، جس شریعت نے اسکو مسلمانوں پر فرض کیا ہے، اور اسکی فرضیت اس نوع کی ہے کہ اس (یعنی اسکی فرضیت سے) انکار انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ ایسے فرض کو مسلمانوں پر سے ساقط کرنے میں سخت احتیاط اور خشیت کی ضرورت ہے۔ اول تو فرض منصوص کو صرف نص ہی ساقط کرسکتی ہے۔ کسی بڑے سے بڑے آدمی کا قول بھی اتنا وزن نہیں رکھتا۔ اسکی بنا پر خدا اور رسول کے مقرر کیے ہوئے فرض کو ساقط کیا جاسکے۔ دوسرے اگر کسی امام یا فقیہ کے کسی قول سے اسقاط فرض کا پہلو نکلتا ہو تو نہایت احتیاط کے ساتھ یہ تحقیق کرنا چاہیے کہ اس کا مدعا حقیقت میں ہے کیا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ جن حالات اور جن وجوہ سے اس نے یہ پہلو اختیار کیا تھا وہ اپنی جگہ درست ہوں، اور ہم وجوہ و احوال سے صرف نظر کرکے مجرد اسکے الفاظ کی پیروی کرنے میں غلطی ـــــ اسقاطِ فرض بلکہ انکار فرضیت کی سی خطرناک غلطی ـــــ کر رہے ہوں۔ تیسرے کسی فرض کو کسی حال یا مقام پر غیر فرض قرار دینے میں جتنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احتیاط کی ضرورت ہے، اُس سے بدرجہا زیادہ احتیاط کی ضرورت اُسے ممنوع اور حرام اور گناہ قرار دینے میں برتنی چاہیے۔ فرض منصوص اور حرمت و معصیت کے درمیان بہت بڑی مسافت ہے۔ اس مسافت کو قطع کرنے کے لیے بڑی محکم سواری کی ضرورت ہے، کمزور سواریوں کے بل پر جو شخص اس راہ میں اترے گا اس کا انجام ظاہر ہے۔

شرائط جمعہ اب دیکھنا چاہیے کہ جمعے کی وہ شرائط جن کے فقدان سے فرض کے سقوط کا حکم لگایا جا سکتا ہے، کون کون سی ہیں، اور ان کی کیا نوعیت ہے؟

جمعہ کی شرائط دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو مصلّی کی ذات میں پائی جانی چاہییں، دوسری وہ جو خارج میں متحقق ہونی چاہییں۔

پہلی قسم کی شرائط یہ ہیں کہ مصلّی مقیم ہو، مسافر نہ ہو۔ آزاد ہو، مملوک نہ ہو۔ مرد بالغ ہو، بچہ یا عورت نہ ہو۔ صحیح و تندرست ہو، بیمار یا معذور نہ ہو (المبسوط جلد دوم صفحہ ۲۲)

ان شرائط کا ماخذ علمائے حنفیہ نے ذیل کی حدیث کو قرار دیا ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فعلیہ الجمعۃ الا مسافر ومملوک وصبی وامرأۃ ومریض۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو اس پر جمعہ فرض ہے۔ مگر مسافر، غلام، بچہ، عورت اور مریض اس سے مستثنیٰ ہیں۔

یہ رعایت جو مسافروں، غلاموں، عورتوں اور مریضوں کے ساتھ کی گئی ہے اس کے معنی صرف یہی ہیں کہ اگر یہ جمعہ میں شریک نہ ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کسی شخص نے بھی اس کا یہ مطلب نہیں سمجھا کہ ان کے لیے نماز جمعہ ممنوع ہے۔ نہ کسی نے یہ کہا کہ اگر وہ شریک جمعہ ہوں تو ترک ظہر کی وجہ سے گناہ گار ہوں گے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عورتیں جمعہ کیلیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حاضر ہوتی تھیں- غلام بھی شریک ہوتے تھے- اندھوں کو بھی اگر کوئی ہاتھ پکڑ کر پہنچا دینے والا مل جاتا تو وہ گھر نہ بیٹھے رہتے تھے۔ ان میں سے کسی شخص سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم پر سے جمعہ کا فرض ساقط ہے، تم کو جمعہ کے بجا ظہر پڑھنی چاہیے، ورنہ ترک ظہر کی وجہ سے گناہ گار ہوگے- علامہ سرخسی لکھتے ہیں:-

"یہ وجوب کی شرائط ہیں نہ کہ ادا کی شرائط- اگر مسافر اور غلام اور عورت اور مریض نماز جمعہ میں شریک ہو جائیں تو جائز ہوگا- حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، کہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ جمعہ پڑھتی تھیں اور ان سے کہا جاتا تھا کہ خوشبو لگا کر نہ آیا کرو" ان لوگوں سے فرض کے سقوط کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس نماز میں کوئی ایسی بات ہے جو ان کی شرکت سے مانع ہو- بلکہ صرف ان کو تکلیف سے بچانے کیلیے مستثنیٰ کیا گیا ہے- اگر یہ اس تکلیف کو برداشت کرلیں تو پھر اداء نماز میں یہ بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ مساوی ہونگے" (ج ۲ - ص ۲۳)

دوسری قسم کی شرائط کو شرائط اداء قرار دیا گیا ہے، یعنی اگر یہ نہ ہوں تو جمعہ ادا ہی نہ ہوگا- یہ چھ شرطیں ہیں- مصر، وقت، خطبہ، جماعت، سلطان، اذن عام- ان میں سے پہلی شرط یعنی مصر کی شرط ہی یہاں زیر بحث ہے، لیکن اس پر کلام کرنے سے پہلے یہ تحقیق کرنا ضروری ہے کہ ان شرائط کی نوعیت کیا ہے-

ان میں سے بعض شرائط ایسی ہیں جو نصوص قولی وعملی سے صریحاً ثابت ہیں، مثلاً وقت کہ اس کا وقت ظہر ہونا ثابت ہے- اسی طرح خطبہ بھی صریحاً شرط جمعہ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں پڑھا اور قرآن میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح جماعت کا بھی شرائط جمعہ میں سے ہونا ثابت ہے، اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں، اختلاف جو کچھ بھی ہوا ہے، مقدار جماعت میں ہوا ہے۔ اذن عام بھی رسول اکرم اور صحابہ اور ائمہ کے متواتر عمل سے ثابت ہے اور اہم مصالح شرعیہ اسکی مقتضی ہیں۔

بخلاف اسکے مصر اور سلطان کی شرائط ایسی ہیں جن کا ماخذ کوئی نص صریح نہیں ہے، بلکہ زیادہ تر ان کا مدار استنباط و اجتہاد پر ہے، اور اسی لیے ان کا شرط ہونا بھی مختلف فیہ ہے۔ سلطان کی شرط کا ماخذ یہ حدیث ہے:

......فمن ترکہا تہاونا واستخفافا	..... پس جس نے جمعہ کو ایک معمولی چیز
بجحودها وله امام جائر او عادل فلا	سمجھ کر اور اس کے حق کو ہلکا جان کر چھوڑ دیا.
جمع الله شمله الا فلا صلاة له الا	درانحالیکہ اس کا کوئی ظالم یا عادل امام ہو تو
فلا صوم له الا ان یتوب فان	خدا اسکی پراگندگی کو دور نہ کریگا۔ جان رکھو کہ اسکی
تاب تاب الله علیه	نماز درست نہ اس کا روزہ درست، جب تک

کہ وہ توبہ نہ کرے۔ اگر توبہ کریگا تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیگا۔

نیز حضرت حسن بصری کا یہ قول، جسکو ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے:

اربع الی السلطان منها	چار چیزیں سلطان سے متعلق ہیں جن
اقامة الجمعة والعیدین	میں سے اقامت جمعہ و عیدین بھی ہے۔

لیکن یہ حدیث اور یہ اثر دونوں اس باب میں ناطق نہیں ہیں کہ امام یا سلطان کے بغیر اقامت جمعہ جائز ہی نہیں۔ حدیث سے تو صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں اسلامی نظام جماعت قائم ہو وہاں جمعہ کو ترک کرنا اور بھی زیادہ شدید گناہ ہے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ جس نے مسجد میں چوری کی اس پر خدا کی لعنت۔ اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس شخص کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نزدیک چوری کا حرام ہونا اس شرط کیساتھ مشروط ہے کہ اسکا ارتکاب مسجد میں ہو، بلکہ دراصل وہ ارتکاب فی المسجد کو ایک مزید وجہ شناعت کی حیثیت سے بیان کر رہا ہے۔ بالکل اسی طرح حضورؐ نے بھی امام مسلمین کی موجودگی، یا بالفاظ دیگر اسلامی نظام جماعت کی موجودگی کو ترک جمعہ کیلیے ایک اور سبب مردودیت کی حیثیت سے بیان فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری احادیث جن میں فرضیت جمعہ کی تاکید آئی ہے، امام کے ذکر سے خالی ہیں، اور دوسری احادیث میں تارک جمعہ کو جتنی توبیخ کی گئی ہے، اس حدیث میں اس سے زیادہ توبیخ پائی جاتی ہے۔ اسی طرح وہ اثر بھی جو ابنِ ابی شیبہ نے نقل کیا ہے جمعہ کیلیے سلطان کے اشتراط پر دال نہیں ہے۔ اس میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ چار چیزوں کا اہتمام سلطان کو کرنا چاہیے جن میں سے ایک اقامت جمعہ وعیدین ہے۔ اس سے یہ مطلب کیونکر نکالا جا سکتا ہے کہ اگر سلطان نہ ہو تو یہ کام بند رہیں۔ اگر کوئی کہے کہ لڑکی کی شادی کرنا باپ کا کام ہے تو اس کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ باپ نہ ہو تو لڑکی بیٹھی رہے۔

رہی مصر کی شرط تو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ:-

لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع — جمعہ اور عیدین مصر جامع کے سوا کہیں نہ پڑھی جائیں۔

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اثر کہ:-

لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع — جمعہ اور تشریق اور عید فطر و عید اضحیٰ مصر جامع کے سوا کہیں نہ پڑھی جائیں۔

لیکن مصر جامع کی کوئی تعریف کسی نص سے ماخوذ نہیں ہے۔ میں نے حتی الامکان پوری جستجو کی، مگر مجھے ابھی تک کسی حدیث یا کسی اثر سے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ مصر کی حد کیا ہے۔ فقہائے حنفیہ

© rasailojaraid.com